ریسرچ جرنل تحقیق

جلد04، شمارہ02 ، دسمبر 2023

ڈاکٹر جاوید اقبال جاوید

شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر محمد محسن (ساحل سلہری)

سیالکوٹ، پنجاب، پاکستان

Dr. Javed Iqbal Javed
Department of Urdu, Government College University, Lahore

Dr. Muhammad Mohsan (Sahil Sulehry)
Sialkot, Punjab, Pakistan

اُردو کلاسیکی متون کی تدوین کا جائزہ

Review of Editing of Urdu Classical Texts

eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT:

Because of research we investigate the hoarding. It is generally a human habit that he wants to get information about things. The process of research is in human nature. Research is a special way of determining the validity of a text. Actually we come to a conclusion only after research. Copywriting is done in text editing. Therefore, this modification is the next step for research. Research is not necessary for editing, but the editor should be familiar with research, because without a research attitude, good editing is not possible. The text has a fundamental position in the editing. Text correction is also an important element of modern research. In the tradition of text editing, the book "Tazak-e-Jahan Giri" edited by Sir Syed Ahmed is of primary importance. The tradition of editing includes the editing of books and prose works as well. Kaliyat-e-Quli Qutb Shah, Ali Nama, Chandra Badan and Mahiyar, Masnavi Gulshan Ishq, Sabras and Ibrahim Nama are important examples of classical editing. Edited by Hafiz Mahmood Shirani, criticism of Shaar-ul-Ajam and collection of Naghaz. Tasrati, edited by Maulvi Abdul Haq, Sauda, by Sheikh Chand, Fasana Ajaz and Bagh Wibahar are excellent edited works by Rashid Hasan Khan. Arshi has compiled Diwan-i Ghalib and Dastur al-Safaht.

Keywords: Classical texts, research, editing, fundamental, Kaliyat-e-Quli Qutb Shah, Diwan-e-Ghalib.

تحقیق کی وجہ سے ہم کھرے کھوٹے کی چھان بین کرتے ہیں۔ تحقیق کے معنی پرکھ، تفتیش، چھان بین، کھوج اور دریافت کے ہیں۔ عموماً انسان کی عادت ہے کہ وہ چیزوں سے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کی جانچ پڑتال کرتا اور اس کو پرکھتا ہے۔ تحقیق کا عمل انسان کی فطرت میں ہے۔ قدیم انسان نے بھی اپنی اپنی تاویلوں سے تحقیق کی اگرچہ ان کی کئی تاویلیں حقیقت سے کوسوں دور تھیں۔ روز مرہ میں ہم دیکھیں تو بچے کی فطرت میں تحقیق کا عنصر شامل ہے وہ ہر چیز کے بارے میں سوال کرتا ہے۔ ہم سارے ہی کئی طریقوں سے چھان پھٹک کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے گھر کے باہر کوئی شخص آئے تو ہم فوراً باہر جھانکتے ہیں اور تحقیق کرتے ہیں کہ کون آیا ہے۔ بازار میں چیزیں خریدتے وقت کتنی چھان پھٹک کرتے ہیں۔ ہر کام سے متعلق کتنی قیاس آرائی کرتے ہیں۔ ہمارے معالج مرض کی تشخیص کرتے ہوئے بھی تحقیق کے عمل سے گزرتے ہیں۔ پولیس بھی جرم کرنے والے شخص کا کھوج لگاتی ہے۔ اس سے متعلق دریافت کرتی ہے۔ پولیس کی تحقیق کو تفتیش کا نام دیا جاتا ہے۔ مالک رام اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ”تحقیق کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے علم وادب میں کھرے کھوٹے، مغز کو چھلکے سے، حق کو باطل سے الگ کریں۔ تحقیق کسی موضوع پر مناسب معلومات حاصل کرنے کی باضابطہ جستجو ہے۔“(۱)

اردو میں اصول تحقیق سے متعلق پروفیسر محمد حسن رقم طراز ہیں:

> ”تحقیق مخصوص حالات میں، مخصوص شواہد اور روایات کی روشنی میں اس صداقت کی تلاش ہے جو محقق کی دسترس میں ہو یا اس کی دسترس میں ہو سکتی ہے۔“(۲)

تحقیق سے متعلق مختلف علما کے خیالات مختلف ہیں۔ تحقیق حالات کو معلوم کرنے کا نام ہے۔ تحقیق سے کسی امر کی اصل شکل ہمارے سامنے آتی ہے۔ تحقیق تصدیق کے بعد تشہیر کرنے کا نام ہے۔ اس میں درست معلومات اور صورتِ حال کا علم ہوتا ہے۔ تحقیق میں اصل حقائق کی ضروری تصدیق اور صداقت کے بعد نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔ تحقیق میں مواد کو سچائی کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ تحقیق ایک کوشش ہے جو نئے در وا کرتی ہے۔ ڈاکٹر سلطانہ بخش تحقیق کے ضمن میں لکھتی ہیں:

> ”کسی شے کو جاننے کی خواہش فطری ہے۔ کرید اور جستجو وہ جبلی طاقت ہے جو نسلِ انسانی کو تہذیب و تمدن کے ارتقائی سفر کو جاری رکھنے پر مجبور کرتی ہے۔ جیتی جاگتی زندگی ایک مجاہدہ ہے۔ منزلِ آخر کبھی نہیں آتی ہمیشہ سفر جاری رہتا ہے۔ قومیں اور افراد اپنے اپنے نصب العین کی طرف رواں دواں ہیں۔ ان کے مرحلے ، مزلیں اور معیار مختلف ہوتے ہیں۔ اور ان میں کامیابیوں کے درجات بھی الگ ہوتے ہیں۔“(۳)

تحقیق میں حقائق جمع کیے جاتے اور پھر انھیں تنقیدی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کو حقیقت کو تلاش کیا جاتا ہے۔ تحقیق ایک طرح کی منظم انداز کی غور و فکر ہے جو کسی میں فن پارے کے لیے کی جاتی ہے۔ تحقیق صحتِ متن متعین کرنے کا ایک خاص طریقہ ہے۔ دراصل ہم تحقیق کے بعد ہی کسی نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ تحقیق ایک طرح کی مسلسل کاوش ہے جو ہمیں نئے حقائق اور نئے انکشافات کی طرف لے جاتی ہے۔ تحقیق کیا ہے؟ اس سے متعلق عبدالرزاق قریشی رائے زنی کرتے ہیں:

> ”ذہین آدمی غور و فکر کا عادی ہوتا ہے۔ زندگی کے عام مسائل سے متعلق عموماً اور جن مسائل سے اسے دلچسپی ہوتی ہے ان سے متعلق خصوصاً وہ سوچتا رہتا ہے یا سوچنے پر مجبور ہوتا ہے۔ وہ فطرتاً ترقی پسند ہے اور

اپنے خیالات کو بدلنا چاہتا ہے، اس لیے اس کے دماغ میں نئے نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں یا پرانے مسائل نئے نئے پہلو اور شکوک اس کے سامنے آتے ہیں۔ وہ ان مسائل کو حل کرنا یا شکوک کو دور کرنا یا یقین سے بدلنا چاہتا ہے۔ یہیں سے تحقیق کی ابتدا ہوتی ہے۔"(۴)

تحقیق میں کوئی بھی نتیجہ حرفِ آخر نہیں ہوتا، کسی وقت بھی کوئی نئی بات سامنے آسکتی ہے۔ محقق حقائق کی جستجو اور تلاش میں ہمہ وقت رہتا ہے۔ فنِ تحقیق ایک قدیم فن ہے۔ تحقیق کئی زاویوں سے کی جاتی ہے۔ تحقیق فن نقدان کی رہنمائی کرتی ہے۔ ڈیوڈ جے فاکس تحقیق کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"At one end of the continuum is pure research which in its extreme form, is research motivated solely by intellectual interest and directed towards the acquisition of knowledge for knowledge,s sake."(5)

تحقیق کا مقصد محض معلومات کا حصول یابی نہیں، بل کہ نتائج کو اصول وضوابط کی حدود میں عملی شکل میں دیکھنا مقصود ہے۔ تحقیق میں بنیادی یا نظریاتی پہلو اہم ہے۔ اس کا اطلاق اور عملی پہلو بھی اہمیت کا حامل ہے۔ تحقیق کی قسم نظریاتی یا بنیادی (Theoratical&Basic Research) بھی کافی نمایاں ہے۔ تحقیق کی قسم اطلاقی تحقیق(Factual or Applied Research) اس کے علاوہ تحقیق کی قسم عملی تحقیق (Practical or Action Research) بھی اہمیت کی حامل ہے۔ خالص تحقیق اور اطلاقی تحقیق کے علاوہ تحقیق کو تاریخی تحقیق (Historical research)، بیانیہ تحقیق(Descriptive research)، تجرباتی تحقیق (Experimental research)، کلینکی تحقیق(Clinical research) اور موضوعاتی تحقیق میں منقسم کیا گیا ہے۔

ہمارے یہاں تحقیق کا مذہبی تصور بھی بڑا مضبوط ہے۔ تحقیق کا جدید تصور سب سے پہلے یونانیوں میں ملتا ہے۔ یونانی مفکر ارسطو نے تحقیق کو فروغ دیا۔ تحقیق کا جدید تصور یورپ میں سترہویں صدی میں ملتا ہے۔ تمام شعبوں میں اس کی اہمیت ہے لیکن ادب میں تحقیق کا ایک اپنا کردار ہے۔ ادبی محققین نے سب سے پہلے اردو زبان کے ارتقا اور اس کے خدوخال کے بارے تحقیق کی ہے۔ نایاب مخطوطوں اور بیاضوں کو دریافت کیا ہے۔ اردو زبان وادب کے ارتقا اور اہم تصانیف کو از سرِ نو مرتب کیا ہے۔ ادبیات میں تحقیق کے ذریعے نئے حقائق معلوم ہوئے ہیں اس سے ہماری علمی وادبی وراثت دریافت ہوتی ہے۔ ادبیات کی تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کوئی مخطوطہ، بیاض یا تصنیف خود مصنف کی تخلیق کردہ ہے یا بعد میں کسی نے مصنف کے نام سے تخلیق کر دی ہے۔

پہلے تو اردو میں تحقیق کی کوئی مستقل روایت نہیں تھی البتہ کافی بعد میں اردو میں تحقیق کی ایک روایت قائم ہونا شروع ہوئی۔ اولین تذکروں میں کچھ تحقیقی اشارے ملتے ہیں۔ ابتدائی تذکروں میں میر تقی میر کے تذکرے ملتے ہیں۔ ان کا تذکرہ "نکات الشعرا" تحقیق کی روایت کا نمونہ ہے۔ تذکروں کے علاوہ کچھ دوسری تحریروں میں بھی تحقیق کی روایت موجود ہے۔ اولین تحقیق میں ہم میر امن کی "باغ و بہار" کا حوالہ دے سکتے ہیں۔ اردو زبان وادب میں تحقیق کی روایت کی بات کریں تو اردو کی چھ سو سالہ تاریخ کے کئی پہلو ابھی تک پوشیدہ ہیں جو ہمارے محققین دریافت کر رہے ہیں۔

بیاضوں اور تذکروں کی روایت ۱۸۰۰ء تک قائم رہی مولانا محمد حسین آزاد کا تذکرہ "آب حیات" تاریخ ادب میں اہمیت کا حامل ہے۔ مولانا آزاد کا تذکرہ "آبِ حیات" میں چند تحقیق کے اصول اپنائے گئے ہیں۔ ڈاکٹر زور، عبد السلام ندوی، سید سلیمان ندوی، عبد الحئی، ڈاکٹر عبد الستار صدیقی، مولوی عبد الحق، حافظ محمود شیرانی، پروفیسر محمد اقبال اور مولوی محمد شفیع نے صحیح معنوں میں اردو تحقیق کا آغاز کیا۔ امتیاز علی عرشی اور قاضی عبد الودود کی تحقیقی خدمات میں اہمیت کی حامل ہیں۔

اردو میں تذکروں کی روایت کے بعد سراج الدین خان آرزو، سر سید احمد خان اور ان کے رفقا، مولوی عبد الحق، حافظ محمود شیرانی، قاضی عبد الودود، مولانا امتیاز علی عرشی، نصیر الدین ہاشمی، ڈاکٹر غلام محی الدین قادری زور، مولانا حامد حسن قادری، پروفیسر عبد القادر سروری، سید مسعود حسن رضوی ادیب، ڈاکٹر گیان چند، شیخ محمد اکرام اور مالک رام جیسے محققین نے اردو تحقیق کی روایت قائم کی۔ ان محققین کے علاوہ اردو میں تحقیق کے کچھ ادارے بھی ملتے ہیں۔ ان تحقیق اداروں میں دارالترجمہ عثمانیہ، انجمن ترقی اردو، مقتدرہ قومی زبان، اکادمی ادبیات، دارالمصنفین، مجلس ترقی ادب، اہم ہیں۔

تدوین بکھرے ہوئے اجزا کی شیرازہ بندی کا نام ہے۔ اردو میں تدوین اور ترتیب کے الفاظ ایک ہی مطلب اور تناظر میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ جب کہ اس میں فرق ہے تدوین اجزا کو اکٹھا کرنے کا نام ہے اس میں تقدیم و تاخیر کا خیال رکھنا ضروری نہیں ہو تا جب کہ ترتیب کسی فن پارے کے اجزا کو مناسب تقدیم و تاخیر سے رکھنے کا نام ہے۔ تحقیق اور تدوین دو مستقل موضوع ہیں لیکن ان کی حدیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔ ایک مدون آداب تحقیق سے بھی واقف ہوتا ہے کیوں کہ اس کے بغیر تدوین کا کام تدوین کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ تحقیق اور تدوین کے الفاظ کو امتیاز کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے۔ تحقیق کے بعد تدوین ہے۔ متن کی ترتیب و تدوین میں جگر کاوی کی جاتی ہے۔ اس لیے یہ تدوین تحقیق کے آگے کی منزل ہے۔

تدوین کے لیے تحقیق ضروری نہیں لیکن مدون کو تحقیق آشنا ہونا چاہیے کیوں کہ تحقیقی مزاج کے بغیر اچھی تدوین ممکن نہیں۔ اردو کی قدیم کتابوں کے مرتبین تحقیقی مزاج سے محروم نظر آتے ہیں۔ مدون صحت متن اور اختلاف نسخ کا خیال رکھتا ہو۔ تدوین کے بارے میں رشید حسن خان لکھتے ہیں:

> "تدوین کا مسلمہ اصول ہے کہ کسی متن کے جتنے اہم نسخے ممکن الحصول ہوں، ان سب سے استفادہ کیا جائے۔ اس کے بغیر تدوین کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ یہ صبر آزما کام ہے۔ اس سلسلے میں عجلت پسندی اور آسان طلبی، دونوں سے قطع تعلق کرنا پڑے گا۔"(۶)

اردو ادب کی تاریخ کی تحقیق میں تدوین کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ مصنف کے الفاظ ہو بہو رقم کرنا تدوین کہلاتا ہے۔ اردو زبان وادب کا اہم علمی سرمایہ ہمیں تدوین کی وجہ سے ملا ہے۔ اردو میں تدوین کی روایت آغاز میں تحقیق مزاج کی نہ ہونے کی وجہ سے اردو کے قدیم تذکروں، دواوین اور داستانوں کو تحقیق کے عین تقاضوں کے مطابق مدون نہیں کیا گیا۔ سید محمد ہاشم نے تدوین کے معانی و مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

> "متن کو اس کی اصل کوشش کے ساتھ از سرِ نو مرتب کرنا کہ یہ ہر لحاظ سے وہی متن ہے جو اس کے مصنف نے پیش کیا تھا ترتیب یا تدوینِ متن کہلاتا ہے۔"(۷)

تدوین میں متن بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ تصحیح متن بھی جدید تحقیق کا ایک اہم عنصر ہے۔ تصحیح متن کے سلسلے میں ہمارے مدونین نے صرف شعرا یا نثر نگاروں پر اِکتفا نہیں کیا بلکہ انیسویں صدی میں تصحیح متون میں سائنسی رویوں کا سراغ بھی ملتا ہے۔ اُردو ادب میں اب تک جو تحقیقی و تدوینی کام ہوا ہے وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے خاصا اہم ہے۔ اس میں دواوین کی تدوین اور نثر کی تدوین بھی شامل ہے۔ اس میں مقالات اور تذکرے بھی شامل ہیں۔ جو تحقیق و تدوین کے بعد شائع کیے گئے ہیں۔ یہ تمام کام مقدار اور کیفیت کے اعتبار سے لائقِ تحسین ہے۔

تدوین کے تقاضوں پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے متعدد متون کا املا اور زبان کا رنگ بدل گیا ہے۔ تدوین کرتے ہوئے ایک مدون کو بنیادی اصولوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ اگر اس بات کا خیال نہ رکھیں تو متون میں دوسروں کی تحریریں الحاق ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔ قدیم متون میں تحقیق و تدوین کے تقاضوں پر پورا اترنے کی وجہ سے دوسروں کی تحریریں الحاق ہو چکی ہیں۔ جسے ابھی تک محقق ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بیاض، تذکرے، مخطوطات، مکاتیب، اور ملفوظات تدوینِ متن کے مآخذ ہیں۔ تدوینِ متن کا املا کا خیال رکھا جاتا ہے۔

تدوینِ متن کی روایت میں سرسید احمد کی تدوین کردہ کتاب "تزکِ جہاں گیری" کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ تدوین کی روایت میں دواوین کی تدوین بھی شامل ہے اور نثری تصانیف بھی شامل ہیں۔ کلیاتِ قلی قطب شاہ، علی نامہ، چندر بدن و مہیار، مثنوی گلشن عشق، سب رس اور ابراہیم نامہ کلاسیکی تدوین کی اہم مثالیں ہیں۔ تنقید شعر العجم اور مجموعہِ نغز، حافظ محمود شیرانی کی تدوین ہے۔ نصرتی، مولوی عبدالحق نے تدوین کی، سودا، شیخ چاندنے، فسانہ عجائب اور باغ و بہار رشید حسن خاں کی عمدہ تدوینی کام ہے۔ عرشی نے دیوانِ غالب اور دستور الفصاحت مرتب کیا ہے۔

اب تک جو تدوینی کام ہوا ہے وہ اپنے دور میں اپنی جگہ تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ اردو میں اب تک جو تحقیقی و تدوینی کام ہوا ہے وہ بہت محنتی، ذہین اور دیانت دار علما نے کیا ہے۔ سرسید احمد خان کی تدوین، اردو تدوین و تحقیق کی روایت میں تحریک کا درجہ رکھتی ہے۔ انھوں نے تدوین متن کا آغاز اس وقت کیا جب اردو میں تدوین کی روایت عام نہیں تھی۔ اس زمانے میں چھاپہ خانوں کی کمی تھی اس وجہ سے بھی ترتیب و تدوین کا کام کم ہوا۔ اردو میں کلاسیکی متون کی تدوین کی روایت موجود ہے۔ قدیم دواوین، تذکرے اور نثری تصانیف کی تدوین ہمارے لیے Source Books کا درجہ رکھتی ہیں۔

کلاسیکی متون کی تدوین کرنے والے مدونین میں مولوی عبدالحق کا نام بہت نمایاں ہے۔ ان کی تدوین کی گئی کتب کی فہرست کافی طویل ہے۔ ان کے تدوین کردہ متون پر کئی اعتراضات بھی کیے گئے اور ان کے کام کو سراہا بھی گیا۔ ان کے تدوینی کاموں کی اہمیت آج بھی برقرار ہے کیوں کہ ان کے سامنے تدوینِ متن کا کوئی بہتر نمونہ نہیں تھا۔ انھیں خود ہی تدوین کی روایت قائم کرنا پڑی۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق کی تحقیقی و تدوینی خدمات کے بارے میں شہاب الدین ثاقب رقم طراز ہیں:

> "بابائے اردو نے جس محنت، خلوص اور لگن سے کام کر کے اردو تحقیق کی بساط وسیع کی، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ چنانچہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا کہ مولوی عبدالحق اردو تحریک ہی کے نہیں، اردو تحقیق کے بھی ابوالبشر ہیں۔"(۸)

بابائے اردو مولوی عبدالحق تدوین کے عمل میں ایک ہی قلمی نسخے پر اِکتفا کر لینا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ بل کہ انھوں نے کئی نُسخوں کا کھوج لگا کر ایک نسخے کو بنیادی مان کر دوسرے نسخوں سے تقابل کے بعد متن کو مرتب کیا ہے۔ مولوی عبدالحق نے تدوین متن میں اِختلاف نسخ کی حاشیے میں نشاندہی کر دی ہے۔ مولوی عبدالحق نے درج ذیل کلاسکی متون کی تدوین کی ہے۔

۱۔ ''چمنستان شعرا از رائے لچھی نرائن شفیق'' یہ تذکرہ مولوی عبدالحق نے اپنے مقدمے کے ساتھ ۱۹۲۸ء میں انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد سے شایع کیا۔

۲۔ ''مخزن نکات از شیخ محمد قیام الدین قائم'' اردو کا یہ تذکرہ مولوی صاحب نے ۱۹۲۹ء کو اپنے مقدمے کے ساتھ انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد سے شایع کیا۔

۳۔ ''تذکرہ ریختہ گویاں از فتح علی حسینی'' تین نسخوں کو سامنے رکھ کر مولوی عبدالحق نے یہ تذکرہ ۱۹۳۳ء میں انجمن ترقی اردو سے شایع کیا۔

۴۔ مخزن شعرا از قاضی نورالدین خان رضوی فائق کا تذکرہ ترتیب دے کر ۱۹۳۳ء ہی میں انجمن ترقی اردو سے شایع کیا۔ یہ تذکرہ مولوی صاحب نے بمبئی یونیورسٹی کے قلمی نسخے اور قاضی صاحب کے پوتے کے پاس پڑے نسخے کو سامنے رکھ کر تدوین کیا ہے۔ یہ تذکرہ شعرائے گجرات کے تعارف اور انتخاب کلام پر مشتمل ہے۔

۵۔ مولوی عبدالحق نے مصحفی کے تینوں تذکرے ''تذکرہ ہندی''، ''ریاض الفصحا'' اور ''عقد ثریا'' ایک ہی مقدمے کے ساتھ ۳۴۔۱۹۳۳ء میں انجمن ترقی اردو سے شایع کیے۔

۶۔ ''نکات الشعرا از میر تقی میر'' میر تقی میر کا یہ تذکرہ حبیب الرحمن خاں شیر وانی کے مقدمے کے ساتھ انجمن ترقی اردو سے شایع ہو چکا تھا لیکن مولوی عبدالحق نے ایک مستند قلمی نسخے کی تحقیق کے بعد اسے دوبارہ ۱۹۳۵ء میں شایع کیا۔

۷۔ گل عجائب (تذکرۂ شاعراں) از اسد علی خاں تمنا اورنگ آبادی، مولوی عبدالحق نے یہ تذکرہ کتب خانہ آصفیہ ہے کے ایک بوسیدہ قلمی نسخے کو سامنے رکھ کر تدوین کیا۔ انھوں نے یہ تذکرہ ۱۹۳۶ء میں ترتیب دیا دیگر تذکروں سے تقابل کے بعد بے وزن اور خارج از بحر اشعار کو درست کیا۔ انھوں نے اس میں ۹ صفحات پر مشتمل مقدمہ تحریر کر کے اسے انجمن ترقی اردو اورنگ آباد سے شایع کیا۔

۸۔ دریائے لطافت از انشااللہ خان انشا، انشا نے اردو قواعد سے متعلق یہ کتاب ۱۸۰۷ء میں لکھی یہ کتاب مولوی عبدالحق نے انے مقدمے کے ساتھ ۱۹۱۶ء کو مرتب کی۔

۹۔ ذکرِ میر از میر تقی میر، سب سے پہلے مولوی عبدالحق نے میر تقی میر کی لکھی ہوئی اس سوانح عمری کو ۱۹۲۸ء میں مرتب کیا۔ مولوی صاحب نے یہ سوانح عمری مرتب کرتے ہوئے دو نسخوں کو بنیاد بنایا۔ ان میں ایک نسخہ مسلم ہائی سکول اٹاوہ کے بانی مولوی بشیر احمد کی ملکیت میں تھا اور دوسرا اوری اینٹل کالج لاہور کے وائس پرنسپل پروفیسر محمد شفیع کے پاس موجود تھا۔ پہلے ان نسخوں میں عنوانات نہیں لکھے گئے بابائے اردو مولوی عبدالحق نے اپنی طرف سے عنوانات لگائے ہیں۔ انھوں نے میر کے دقیق الفاظ جن کی تشریح مولوی صاحب نے حاشیے میں کر دی ہے۔

۱۰۔ حسن و عشق کی کش مکش اور عقل و دل کے معرکے پر مشتمل تمثیلی کہانی ''سب رس'' کو مولوی عبدالحق نے تدوین کیا ہے۔ اس کی تدوین انھوں نے دو نسخوں کو سامنے رکھ کی ہے ان میں سے ایک نسخہ ان کے پاس حیدر آباد کا تھا اور دوسرا نسخہ انھیں بیجاپور کا دستیاب ہوا۔ سب رس کی دریافت مولوی صاحب کا عمدہ کارنامہ ہے۔

۱۱۔ معراج العاشقین از سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز، مولوی صاحب نے تصوف کی اس قدیم کتاب جو خواجہ صاحب کے مرید محمد عبداللہ بن محمد عبد الرحمن چشتی نے احمد شاہ کے زمانے میں لکھی۔ اس میں گیسو دراز کی تصانیف معراج العاشقین اور ہدایت نامہ کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں خواجہ صاحب کے ملفوظات اور ان کے وعظ کے حالات درج ہیں۔

۱۲۔ کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی از انشااللہ انشا، اردو کی یہ کہانی مولوی عبد الحق نے ایشاٹک سوسائٹی آف بنگال کی پرانی جلدوں میں اس کا کھوج لگایا۔ مسٹر کلنٹ، پرنسپل لامارٹن کالج لکھنو کے پاس اس کا ایک نسخہ موجود تھا جو انھوں نے سوسائٹی کے رسالے میں شایع کروایا تھا۔ اس کی نقل کو مولوی عبد الحق نے شایع کیا۔

۱۳۔ قطب مشتری از ملا وجہی، ملا وجہی کی یہ مشہور مثنوی مولوی صاحب نے مقدمہ و فرہنگ کے ساتھ پہلی مرتبہ انجمن ترقی اردو سے ۱۹۳۹ء میں شایع کی۔ یہ مثنوی مولوی صاحب نے دو قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر ترتیب دی ہے۔ ایک نسخہ ان کے پاس موجود تھا جو کہ بہت پرانا اور نامکمل تھا جب کہ دوسرا نسخہ انھوں نے اول و آخر اور درمیان میں سے بھی صفحات غائب برٹش میوزیم لندن سے حاصل کیا۔ انھوں نے کچھ اپنے نسخے سے لیا ہے اور جہاں ان کا نسخہ صاف نظر آتا تھا وہاں سے مصرعے انھوں نے برٹش میوزیم لندن والے نسخے کو بنیاس بنایا ہے۔

۱۴۔ گلشن عشق از ملا نصرتی، مولوی عبد الحق نے ملا نصرتی کی یہ مثنوی مقدمے اور فرہنگ کے ساتھ ۱۹۵۲ء میں انجمن ترقی اردو سے شایع کی۔

۱۵۔ خواب وخیال از میر اثر، اس مثنوی کا حالی نے اپنی تصنیف مقدمہ شعر و شاعری میں کیا ہے۔ شبلی نے اس کی تردید کی ہے۔ مرزا شوق نے بہار عشق لکھتے ہوئے خواب وخیال کو سامنے رکھا ہے۔ اس مثنوی کو مولوی صاحب نے اپنے برادر معظم علی ضیاالحق کے بھیجے ہوئے نسخے جو انھیں کہیں سے ملا تھا اور دوسرے مولوی نجیب اشرف ندوی کے نسخے جو انھیں بہار کے ایک کتب خانے سے ملا کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا ہے۔

۱۶۔ دیوانِ اثر، یہ خواجہ میر درد کے چھوٹے برادر خواجہ محمد میر اثر کا دیوان ہے۔ اس دیوان کو مولوی صاحب نے کتب خانہ آصفیہ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے نسخوں کو پیش نظر رکھ کر تدوین کیا ہے۔ اس سے قبل تقی الدین احمد بھی یہ دیوان شایع کر چکے تھے لیکن مولوی صاحب نے از سر نو اس دیوان کی بازیافت کی۔ مولوی صاحب کا مرتب کردہ دیوان پہلے شایع ہونے والی دیوان سے بہتر ہے۔

۱۷۔ دیوانِ تاباں، تاباں کا یہ دیوان مولوی صاحب نے تین قلمی نسخوں کو بنیاد بنا کر ترتیب دیا ہے۔ ان میں پنڈت برج موہن دتاتریا کیفی، ریسرچ انسٹی ٹیوٹ مدراس یونیورسٹی اور انجمن ترقی اردو کے نسخے شامل ہیں۔ مولوی صاحب نے دیوانِ تاباں ۱۹۳۵ء میں انجمن ترقی اردو سے شایع کیا۔ مولوی عبد الحق نے تذکروں کی تحقیق و تدوین کے علاوہ قدیم مثنویات اور دواوین کو دریافت کر کے انھیں اپنے مقدمات کے ساتھ انجمن ترقی اردو سے شایع کر کے دوبارہ اردو زبان و ادب کی تاریخ میں شامل کیا۔

۱۸۔ نصرتی ملک الشعرا، اس کتاب میں مولوی عبد الحق نے نصرتی کے حالاتِ زندگی کے ساتھ ساتھ ان کی مثنویوں گلشن عشق، علی نامہ، تاریخ سکندری پر تبصرے کیے ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۴۴ء اور ۱۹۶۱ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔

۱۹۔ مرحوم دہلی کالج، اس کتاب میں مولوی صاحب نے دہلی کالج کی ساری روداد رقم کی ہے۔ انھوں نے اس کتاب میں دہلی کالج کے تمام علمی وادبی کارہائے نمایاں کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب کسی ادارے کے بارے میں مکمل تفصیلات فراہم کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اس کے ایڈیشن ۱۹۴۵ء اور ۱۹۶۱ء میں شایع ہو چکے ہیں۔

مولوی عبد الحق کے تحقیقی و تدوینی کام کی ایک لمبی فہرست ملتی ہے۔ درج بالا کتب کے علاوہ انھوں نے کلامِ میر کا انتخاب ۱۹۲۱ء میں کیا ہے۔ اور کلامِ حاتم بھی مولوی صاحب کی تدوینی کاوش ہے۔ اردو زبان و ادب میں مولوی صاحب کے مرتبہ متون کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ قدیم متون کو اتنی بڑی تعداد میں دریافت کر کے منظر عام پر لانا یا ان کی از سر نو تدوین کرنا بڑا اہم کام ہے۔ اردو ادب میں مولوی عبد الحق کی تحقیقی و تدوینی خدمات کا اعتراف کیا جاتا ہے۔

حافظ محمود شیرانی نے قدرت اللہ قاسم کی تصنیف "مجموعہ نغز" کی ترتیب بڑی محنت اور کاوش سے کی۔ ڈاکٹر رشید حسن خان، حافظ محمود شیرانی کے معیارِ تحقیق کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

> "شیرانی صاحب نے قدیم مشرقی اندازِ تعلیم اور جدید مغربی اندازِ نظر، دونوں سے فیض پایا تھا۔ مزاجاً ان کو تحقیق سے مکمل مناسبت تھی اور ان کے یہاں وہ منطقی اندازِ نظر موجود تھا، جس کے بغیر اندازِ گفتگو میں صحت اور استخراج نتائج کا سلیقہ آ ہی نہیں سکتا۔ زود یقینی، آسان پسندی اور کم نظری سے انھیں کوئی علاقہ نہیں تھا، نہ پرستاری وہم سے سروکار تھا۔ تحقیق و تدوین دونوں موضوعات پر ان کا بیش تر کام مثال و معیار کی حیثیت رکھتا ہے۔" (۹)

حافظ محمود شیرانی کی شخصیت معیارِ تحقیق و تدوین کے حوالے سے ایک سند کا درجہ رکھتی ہے۔ انھیں نادر و نایاب کتابوں، قدیم بادشاہوں، راجاؤں اور نوابوں کے سکے جمع کرنے کا بھی شوق تھا اسی لیے وہ ہندوستان کے پرانے شہروں میں جایا کرتے بل کہ برطانیہ بھی اسی شوق میں گئے۔ پیرس کے قومی کتب خانہ سے بھی حافظ محمود شیرانی نے استفادہ کیا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ تحقیق و تدوین ان کی گھٹی میں پڑی ہے۔ بطور مدون امتیاز علی عرشی کو بڑا اہم مقام حاصل ہے۔ اردو کے عمائد تحقیق و تدون میں انھیں ممتاز مقام حاصل ہے۔ بنیادی طور پر انھیں ماہر غالبیات سمجھا جاتا ہے۔ کیوں کہ انھوں غالب کا کلام تدوین کیا ہے۔ غالب کے کلام کا نسخہ عرشی اردو تحقیق و تدوین میں بے حد مستند سمجھا جاتا ہے۔ نسخہ عرشی کو بڑا مستند سمجھا جاتا ہے۔ ۱۹۳۷ء میں عرشی نے غالب کے خطوط میں صحتِ متن کر کے ترتیب دیے۔ غالب نے یہ خطوط والیان رام پور کو لکھے تھے۔ غالب نے اپنے اردو اور فارسی کلام کا ایک انتخاب نواب رام پور کو بھیجا تھا۔ امتیاز علی عرشی کو وہ انتخاب دریافت کیا اور اسے ۱۹۴۲ء میں شایع کیا۔ اس کے علاوہ عرشی نے احمد علی یکتا کی تصنیف "دستور الفصاحت" کو ۱۹۴۳ء میں تدوین کیا ہے۔ عرشی نے "نادراتِ شاہی از شاہ عالم آفتاب" ۱۹۴۷ء میں تدوین کی۔

مولانا امتیاز علی کو بطور مدون دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) کو ترتیب دینے کی وجہ سے بے حد شہرت ملی۔ عرشی نے تحقیق و تدوین میں جو نقش چھوڑے ہیں دوسروں کے لیے روشنی کے ایسے مینار ہیں جنھوں نے اردو تحقیق و تدوین کی روایت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے منور کر دیا ہے۔ انھوں نے قدیم مشرقی انداز تعلیم اور جدید مغربی اندازِ فکر دونوں سے فیض پایا ہے۔ مولانا امتیاز علی عرشی نے تدوین کے اصولوں اور طریق کار کو روشناس کروایا اور تدوینِ متن کے تقاضوں کو واضح کیا۔ غالب کے خطوط کو صحت کے ساتھ پیش کیا۔ احمد علی یکتا کے دستور الفصاحت کو ترتیب دیا۔ غالب کے اُردو اور فارسی کلام کا انتخاب کیا، نادر شاہی اور فرہنگ غالب کو مرتب کیا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کی تدوین کردہ کتب میں فخر الدین نظام کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ"، "دیوانِ حسن شوقی" اور "کلامِ نصرتی" کو کافی شہرت ملی۔ ان کتب کی تدوین و تحقیق کے علاوہ بھی انھوں نے متعدد تحقیقی کتب تصنیف کیں اس وجہ سے انھیں بطور محقق، نقاد اور مدون غیر

معمولی شہرت حاصل ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے قدیم دکنی ادب کی دریافت اور ترتیب و تدوین میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مثنوی کدم راؤ دم راؤ اردو کی پہلی کتاب ہے اس کا نسخہ کراچی کے کتب خانہ میں ہے، دنیا کا واحد اور چار سو سال پرانا لکھا ہوا نسخہ ہے۔ اس مثنوی کے آخری اوراق ضایع ہو چکے ہیں۔ اس مثنوی کا تعارف سب سے پہلے سید نصیر الدین ہاشمی نے معارف اعظم گڑھ میں تعارف کرایا تھا۔ یہ ۱۹۳۲ء کا زمانہ تھا۔ اپنے املا کی وجہ سے مثنوی کا پڑھنا بڑا دشوار ہے۔ جالبی صاحب نے یہ بڑا دقیق کام کیا ہے۔ املا کے پڑھنے میں دوشواری کی وجہ سے مثنوی کا عکس علی گڑھ، حیدر آباد اور لندن میں مخطوطہ شناسوں کو بھیجا گیا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اسے بڑی محنت اور عرق ریزی سے مخطوے کے عکس کے ساتھ مقدمہ لکھ کر شایع کیا۔

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے علاوہ ڈاکٹر جمیل جالبی نے دو دیوان بھی مرتب کیے ان میں دیوانِ نصرتی اور دیوانِ شوقی شامل ہیں۔ جالبی صاحب نے اردو کے متعدد بیاضوں سے کلام حسن شوقی کو تلاش کر کے یکجا کیا ہے۔ مثنوی کی تدوین کے دوران انھیں اردو کے قدیم مخطوطے کھنگالتے ہوئے نصرتی کا کلام بھی مل گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے ان دونوں دواوین کے مبسوط مقدمے لکھے اور شاعروں کے حالات کے ساتھ شایع کیا ہے۔ انھوں نے قدیم دکنی نثر میں سے محمد باقر آگاہ کی مثنوی کے دیباچے کو مرتب کیا ہے۔ یہ مثنوی گلزارِ عشق ہے اور اس کے دیباچے کو لسانی مسائل کے حوالے سے اہمیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کے تحقیقی و تدوینی مزاج سے متعلق ڈاکٹر انور سدید رقم طراز ہیں:

> "ڈاکٹر جمیل جالبی کو ایک مستقل مزاج اور حوصلہ مند محقق کی حیثیت حاصل ہے۔ انھوں نے دکنی ادب کو نسبتاً زیادہ اہمیت دی۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ ایک مکمل تاریخ ادبِ اردو کی تدوین ہے۔ اس کام کی ابتدائی دو جلدیں جو اٹھارہویں صدی کے اوخر تک کے ادب کا تجزیہ اور تعارف اصلی آخذات کے حوالے سے کراتی ہے، چھپ کر داد تحسین حاصل کر چکی ہیں۔" (۱۰)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے مثنوی کدم راؤ پدم راؤ، دیوانِ نصرتی، دیوانِ شوقی کی تدوین کے علاوہ تحقیقی و تنقیدی نوعیت کئی ایک اہم کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں ایلیٹ کے مضامین (تراجم)، پاکستانی کلچر، ارسطو سے ایلیٹ تک (تراجم)، تنقید و تجزیہ، تاریخ ادبِ اردو، جلد اول، تاریخ ادبِ اردو، جلد دوم، جانورستان (ترجمہ)، قدیم اردو کی لغت، محمد تقی میر: ایک مطالعہ، ادب، کلچر اور مسائل اور نئی تنقید اہم کتابیں ہیں۔ قدیم دکنی ادب کی ترتیب اور دریافت کے سلسلے میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا کام نہایت اہم ہے۔ پاکستان میں جو متون شائع ہوئے ہیں اُن میں مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ جمیل جالبی نے اِس کو پڑھا اور جامع مقدمے کے ساتھ متن کے مخطوطے کے عکس کے ساتھ شائع کیا۔ اِن کا کارنامہ یہ بھی ہے کہ اُنھوں نے اُردو کے قدیم الفاظ کی لغت بھی شائع کی یہ لُغت ان دکنی الفاظ اور متروکات پر مشتمل ہے جن سے جدید لغات عاری نظر آتی ہیں۔

مشفق خواجہ کی تحقیقی و تدوینی خدمات اردو ادب میں اہمیت کی حامل ہیں۔ وہ انجمن ترقی اردو سے منسلک رہے۔ مولوی عبدالحق سے ان کی شناسائی کی وجہ سے وہ انجمن سے وابستہ رہے۔ ۱۹۵۷ء سے ۱۹۷۳ء تک انجمن ترقی اردو سے وابستہ رہے۔ وہ ماہ نامہ اسلوب کے بھی مدیر رہے۔ مشفق خواجہ بڑے اہم مخطوطہ شناس تھے۔ انھیں قلمی نسخوں سے کافی دل چسپی تھی۔ مولوی عبدالحق نے انھیں دکنی مسودے نقل کرنے کا کام دیا تو انھوں نے صحیح صحیح نقل کر دیے۔ مشفق خواجہ سے متعلق ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

”مشفق خواجہ کے تحقیقی مزاج کو مخطوطہ شناسی سے عبارت کیا جاسکتا ہے۔ گم شدہ ادبی نوادرات کی تلاش ان کی ذہنی عبادت ہے۔ یہ دونوں عمل انھوں نے تذکرۂ خوش معرکہ زیبا، جائزہ مخطوطاتِ اردو اور غالب اور صفیر بلگرامی کی ترتیب و تدوین میں کامیابی سے آزمائے ہیں۔۔۔۔ مشفق خواجہ تحقیق میں مولوی عبدالحق کے معنوی پیروکار اور دبستانِ کراچی کی روایت کو مستحکم کرنے والے محققوں میں سے ہیں۔“(۱۱)

مشفق خواجہ نے سعادت خاں ناصر کی دو تصانیف ”خوش معرکہ زیبا“ اور ”تذکرۂ شعرا“ کو مفصل مقدمے کے ساتھ مرتب کیا۔ انھوں نے یہ دونوں جلدیں ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۱ء میں شایع کیں۔ انھوں نے جائزہ مخطوطاتِ اردو اور غالب اور بلگرامی کی ترتیب و تدوین کا کام بڑی عرق ریزی سے کیا ہے۔ اقبال از احمد دین کی دریافت بھی ان کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے جوانی ہی میں شبلی کی حیات معاشقہ لکھ کر دھوم مچادی۔ اسی دور میں انھوں نے حالی کی مقدمہ شعر و شاعری کا تحقیقی مطالعہ بھی کیا۔ انھوں نے اردو زبان اور شعرا کے بارے میں اہم مواد دریافت کیا ”نذر غالب“ ان کے مقالات کا مجموعہ ہے جو انھوں نے غالب کی شخصیت اور فکر و فن پر لکھے تھے۔ غالبیات کے علاوہ اقبالیات پر بھی ان کا کام ہے انھوں نے اقبال اور پاکستانی قومیت کے عنوان سے ایک کتاب تالیف کی ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی کی تحقیق و تدوین سے متعلق ڈاکٹر سلیم اختر رائے دیتے ہیں:

”ڈاکٹر وحید قریشی نے عنفوانِ شباب میں، شبلی کی حیاتِ معاشقہ لکھ کر جو دھماکہ کیا تھا۔ اس کی گونج اب تک سنائی دیتی ہے۔ اب تک سنی جاسکتی ہے۔ حالی کے مقدمہ شعر و شاعری کا تحقیقی مطالعہ ان کا ایک اور اہم ترین کارنامہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے تحقیق و نقد کی بلند سطح رکھتے ہوئے اردو زبان اور شعرا کے بارے میں اہم مواد کا کھوج لگایا ہے۔“(۱۲)

ڈاکٹر وحید قریشی کی تدوینی خدمات کی بات کریں تو انھوں نے شاہ عالم ثانی اور ان کے بیٹوں کے دیوان دریافت کیے۔ جہاں دار شاہ کا ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری اور دوسرا پنجاب یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ ڈاکٹر وحید قریشی موخر الذکر کو بنیاد بنا کر ایک مفصل مقدمہ لکھ کر یہ دیوان مرتب کیا۔ انھوں نے ”مقدمہ شعر و شاعری“ مقدمہ و تحشیہ کے ساتھ تدوین کی۔ ”دیوان سودا“ بھی مقدمہ کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ ”پنجاب میں اردو“ کی ترتیب و تدوین کی ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے ایک کتاب ”اردو کا انشائی ادب“ کے عنوان سے ترتیب دی ہے۔ انھوں نے ”دیوانِ آتش“ کو مقدمہ کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ مثنوی ”سحر البیان“ پیش لفظ و تحشیہ کے ساتھ تدوین کی ہے۔ ”دیوان جہاں دار“ مقدمہ و تحشیہ کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ اور ”مثنویاتِ حسن“ بھی مفصل مقدمہ اور تحشیہ کے بعد تدوین کی ہیں۔ ڈاکٹر وحید قریشی کی تحقیق و تدوین کے حوالے سے ڈاکٹر انور سدید رقم طراز ہیں:

”ڈاکٹر وحید قریشی نے تحقیق صحت و صداقت کو مذہبی فریضے کی طرح سرانجام دیا ہے۔ انھوں نے ادبی نوادر کے علاوہ ادبی شخصیات کی دریافت اور ان کے مستند حالات کی تحقیق میں بڑی جگر کاوی سے کام لیا ہے اور اس عمل میں محرکاتِ تحقیق تک رسائی حاصل کرنے کے لیے نفسیات سے بھی معاونت حاصل کی ہے۔ “(۱۳)

ڈاکٹر وحید قریشی ایک ایسے مدون تھے جو تحقیق اور متن کی صحت وصداقت پر یقین رکھتے تھے۔ اور اسے ایک اہم فریضہ سمجھتے تھے۔ غالب، حالی اور اقبال ان کی تحقیق کے تین اہم موضوعات رہے۔ڈاکٹر وحید قریشی کے تحقیق کارناموں میں شبلی کی حیاتِ معاشقہ ۱۹۵۰ء، میر حسن اور ان کا زمانہ ۱۹۵۹ء، مطالعہ حالی ۱۹۶۱ء، کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ ۱۹۶۵ء، باغ و بہار: ایک تجزیہ ۱۹۶۸ء، نذرِ غالب ۱۹۷۰ء، مقالاتِ تحقیق ۱۹۸۸ء اور جدیدیت کی تلاش میں ۱۹۹۰ء میں شایع ہوئیں۔ڈاکٹر وحید قریشی کے ساری زندگی اردو زبان وادب کے لیے کام کیا ان کی تحقیق اور تدوینی کتب اردو کی تاریخ میں روشنی کا مینار ثابت ہوئیں۔

رشید حسن خان اردو زبان وادب کے بڑے ہی اہم محقق اور مدون ہیں۔ قاضی عبد الودود اور رشید حسن خان اغلاط گیری کے لیے بے حد مشہور ہیں۔ رشید حسن خان غلطی ہائے مضامین کو بڑی دلیری کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اردو میں کچھ محققین دریافت کرتے ہیں اور کچھ محققین ان کی غلطیاں نکالتے ہیں رشید حسن خان ان میں سے ایک ہیں۔ ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ رشید حسن خان کی اہم تصنیف ہے۔ رشید حسن خان کے بارے میں ڈاکٹر انور سدید رقم طراز ہیں:

> ”رشید حسن خان لسانی موضوعات کے محقق ہیں۔ انھوں نے تحقیق کی معیار بندی کے لیے اصولوں کی تدوین کی اور چند تاریخوں کے تسامحات کو جرات مندی سے آشکار کیا۔ فنی طور پر قاضی عبد الودود کے مدرسہِ فکر سے متعلق ہیں اور متشددانداز میں محاسبہ کرتے ہیں۔“(۱۴)

رشید حسن خان نے اردو تحقیق وتدوین کا بے حد اہم کام کیا ہے۔ ان کا اعتراف قاضی عبد الودو بھی کرتے ہیں۔ وہ غلطی ہائے مضامین کو کی نشان دہی میں بے باک انداز میں بولتے ہیں۔ ان کے تحقیقی کام کی افادیت اردو ادب میں مسلم ہے۔ڈاکٹر عبادت بریلوی، ایک اہم نقاد کے طور ر مشہور ہیں لیکن ان کے تحقیق اور تدوینی کارنامے بھی اہمیت کے حامل ہیں۔ اردو میں تحقیق وتدوین کی روایت میں ان کا نام بھی ملتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے چند برس تدریس بھی کی اور لندن میں قیام پذیر بھی رہے۔ اس لیے انھوں نے وہاں کے کتب خانوں سے بے حد استفادہ بھی کیا۔ انھوں نے لندن کے کتب خانوں سے متعدد نایاب متنون دریافت کیے اور ان متنوں کو مرتب کر شایع کیا۔ ”دیوانِ حیدری“ کی تدوین ان کا ایک اہم کام ہے۔ڈاکٹر صاحب کو حیدری کے دو نسخے لندن سے ملے اس کے علاوہ انھوں نے جہاں جہاں سے حیدری کا کلام ملا یکجا کر کے مرتب کیا۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی کو لندن میں قیام کے دوران برٹش میوزیم لائبریری سے آتش کے شاگرد آغا جو شرف کی منظوم تصنیف ”شکوہِ فرہنگ“ کا بھی ایک نادر نسخہ دستیاب ہوا جسے انھوں نے ایک مفصل مقدمے اور تعارف کے ساتھ مرتب کر کے اشاعت پذیر کیا ہے۔ برٹش میوزیم ہی سے ڈاکٹر صاحب کو میر حسن کے مطبوعہ کلام کا ایک نادر نسخہ ملا اس میں میر حسن کا کچھ غیر مطبوعہ کلام بھی تھا ڈاکٹر عبادت بریلوی نے میر حسن کی ۳۱ غزلیں مرتب کی ہیں۔ اس میں مرزا علی شوق کی شایع کردہ غزلیات میں بھی کچھ غزلیں شامل ہیں جو انھوں نے ۱۹۴۴ء سے لکھنو سے شایع کیا کیوں کہ عبادت بریلوی کی نظر سے مرزا علی حسن کا یہ انتخاب نہیں گزرا تھا۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی نے میر حسن کی غیر مطبوعہ مثنویوں کو بھی نقل کر کے شایع کیا ہے۔ اسی دوران انھوں حیدری کی گم شدہ تصنیف ”گلزار دانش“ کا نسخہ بھی ان کے ہاتھ لگ اس نسخے کو مورخین گم شدہ سمجھتے تھے اس نسخے کو بھی عبادت بریلوی نے ایک مفصل مقدمے کے ساتھ شایع کیا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے بنی نرائن جہاں کی تصنیف ”چار گلش“ کو بھی مرتب کیا ہے۔ اور اسے ایک مفصل مقدمے کے بعد شایع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ یہ نسخہ بھی ڈاکٹر صاحب کو برتش میوزیم ہی سے ملا تھا۔ انھیں خلیل علی خان کی تصنیف ”گلزارِ چین“ کے دو نسخے بھی ایشیاٹک

سوسائٹی لندن سے ملے تھے ان نسخوں کو بھی مورخین نے گم شدہ سمجھ لیا تھا۔ڈاکٹر صاحب نے اس تصنیف کو بھی مقدمے کے ساتھ شایع کیا ہے۔نواب کریم خان کا"سیاحت نامہ"بھی ڈاکٹر صاحب نے ہی دریافت کیا ہے۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی ایک اہم مدون کی حیثیت رکھتے ہیں۔انھوں نے ان تمام متون کو مرتب کر کے اردو ادب کیا تاریخ کو شاندار کیا ہے۔انھوں نے ان تمام متون پر مصنفین کے حالات وآثار بھی لکھے ہیں اور متعدد اغلاط کی تردید کی ہے۔ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اردو زبان وادب کے اہم محقق و مدون ہیں۔ان کا زیادہ تحقیقی کام دبستانِ لکھنو پر ہے۔انھوں نے نظیر اکبر آبادی، جرات اور مصحفی کی تحقیق میں دریافت نو کا کام کیا ہے۔لسانی تحقیق پر بھی ان کا بڑا اہم کام منظر عام پر آچکا ہے۔ان دو کتابیں"بنیادی اردو"اور"ادب اور لسانیات"لسانی حوالے سے بڑی اہم ہیں۔انھوں نے اپنی لسانی تصانیف اور مطالعات میں"باغ وبہار"کی املا کا لسانی جائزہ پیش کیا ہے۔ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے اردو اور ترکی مشترکہ عناصر کی نشان دہی بھی کی ہے۔اردو کی قدیم قواعد کی تدوین کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کا کام نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے بنجمن شلر کی لکھی ہوئی"ہندوستانی گرائمر"کا ترجمہ وترتیب کو تعلیقات کے ساتھ شایع کیا ہے۔اردو میں قواعد کی یہ اولین کتاب سمجھی جاتی ہے۔صدیقی صاحب نے اس لاطینی کتاب کے انگریزی ترجمے کو اردو زبان میں پیش کیا ہے۔اس کتاب کی اشاعت میں انھوں نے بہت ہی طویل مقدمہ لکھا ہے۔اور کتاب کے آخر میں تعلیقات کا اضافہ کر کے اس قواعد کو مفید بنا دیا ہے۔پروفیسر حمید احمد خان اردو کے بڑے اہم مدون ہیں۔ان کا غالب کے کلام کا نسخہ"نسخہ حمیدیہ"کے نام سے کافی مشہور ہے۔اب نسخہ حمیدیہ بھوپال کی حمیدیہ لائبریری سے غائب ہو چکا ہے۔مگر اس کا اندازہ نسخہ حمیدیہ مرتبہ مفتی انوار الحق اور دیوانِ غالب مرتبہ امتیاز علی عرشی کے مندرجات سے ہو جاتا ہے۔پروفیسر حمید احمد خان نے ۱۹۳۸ء میں بھوپال جا کر اس نسخے کا مطالعہ کیا اور مفصل یادداشتوں کے ساتھ اس نسخہ کو نقل کیا۔

ڈاکٹر تحسین فراقی کا نام اردو تحقیق وتدوین کے بڑے علما میں شمار ہوتا ہے۔ان کے کئی تحقیقی وتدوینی کام دیکھنے کو ملتے ہیں مگر ان کا ایک اہم تدوینی کام یوسف خان کمبل پوش کے سفر نامے"عجائبات فرنگ"کی تدوین ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر صاحب کافی شہرت رکھتے ہیں۔یوسف خان کمبل پوش کے سفر نامہ"عجائبات فرنگ"کو اردو کا پہلا سفر نامہ سمجھا جاتا ہے۔سب سے پہلے یہ سفر نامہ ۱۸۴۷ء میں دلّی سے شایع ہوا تھا۔اس حوالے سے اس سفر نامہ کی لسانی اور تاریخی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ڈاکٹر تحسین فراقی کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اردو کے اس اولین اور تاریخی سفر نامے کو ترتیب دیا اور مناسب حواشی بھی تحریر کیے۔مناسب تعلیقات کے ساتھ ڈاکٹر صاحب نے یوسف خان کمبل پوش کے سفر نامہ"عجائبات فرنگ"کو ۱۹۸۳ء میں لاہور سے شایع کیا۔

محمد اکرام چغتائی نے شمالی ہند کے شعرا کے کلام کو مرتب کر کے پہلی بار اردو ادب میں متعارف کرایا۔انھوں نے مائل دہلوی، فگار دہلوی اور کیفی دہلوی کے کلام کی تدوین کی ہے۔انھوں نے کیفی دہلوی کا ایک قلمی بیاض پنجاب یونیورسٹی لاہور کے کتب خانے سے حاصل کیا اور اس بیاض سے نقل کیا۔اس کے علاوہ انھیں جو نئی باتیں دریافت ہوئیں وہ بھی اس میں شامل کیں۔انھوں نے ایسے شعرا کا کلام پہلی مرتبہ شایع کیا جن کے تذکرہ کسی کتاب میں موجود نہیں تھے۔انھوں نے پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری سے فگار دہلوی کا کلام دریافت کر کے شایع کیا۔انھوں نے شعرا کے مناسب حالات بھی رقم کیے اور اغلاط بھی دور کی ہیں۔اسی کتب خانے سے انھوں نے ایک اور بیاض حاصل کی انھوں نے تلامذۂ سودا میں سے ایک اور شاعر دریافت کر کے اس کے نایاب نسخے کو تحقیق کی روشنی میں مرتب کر کے شایع کیا۔اس شاعر کا نام آدینہ بیگ کامل تھا۔محمد اکرام چغتائی کی تحقیق وتدوین کو اردو ادب میں بہت اہمیت حاصل ہے۔

سخاوت مرزا نے دکنی ادب کی روایت کو آگے بڑھایا جو مولوی عبدالحق نے قائم کی تھی۔ ان کا تحقیقی و تدوینی کام دکنی ادب کی بازیافت پر مشتمل ہے۔ انھوں نے قدیم اردو کی نایاب بیاضوں کے تعارف پیش کیے ہیں۔ اور متعدد بیاضوں کو شایع بھی کی ہے۔ انھوں نے ۲۹ قدیم دکنی شعرا کا کلام نقل کیا ہے۔ انھوں نے قدیم دکنی شعرا کے مرثیے بھی شایع کیے ہیں۔ انھیں یہ مرثیے اور کلام کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد دکن کے نایاب قلمی بیاضوں سے حاصل ہوئے۔ انھوں نے شاہ عبدالقادر کرنولی کے ارشاد نامہ کا متن بھی ترتیب دیا ہے۔ ان کی متعدد تصانیف انجمن ترقی اردو علی گڑھ سے شایع ہوئیں۔ سخاوت مرزا کو اردو ادب میں تحقیق و تدوین کی روایت میں خاص مقام حاصل ہے۔ ان کی مرتب کردہ کتب اردو زبان و ادب میں ایک عمدہ اضافہ ہیں۔

افسر امروہوی کا خاص کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے ولی دکنی کے ایک معاصر فضلی اورنگ آبادی کی ایک مثنوی دریافت کی ہے۔ اب تک فضلی کی دو مثنویوں برہ بھبھو کا اور پریم لوکا کا علم ہوا ہے لیکن یہ دونوں مثنویاں نایاب ہیں۔ افسر امروہوی نے انجمن ترقی اردو کے کتب خانے سے یہ مثنوی تلاش کر کے اسے شایع کیا۔ انھوں نے اس مثنوی کے ۳۷ اشعار نقل کیے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ مثنوی انتخاب کر کے لکھی گئی ہے۔ اس لیے ایک قیاس ہے کہ اس کے پانچ سو اشعار تھے۔ لیکن افسر نے اس بیاض کو قیمتی سمجھتے ہوئے اسے شایع کر دیا ہے۔

افسر امروہوی نے نصرتی کی ۲۸ رباعیاں قلمی بیاضوں میں سے دریافت کر ڈالی ہیں انھوں نے اجے چند سکندری کی ایک مثنوی "خالق باری" کے نام سے مرتب کی ہے۔ انھوں نے کلام کی تدوین و اشاعت کے ساتھ ساتھ شاعر کے حالات زندگی بھی رقم کیے ہیں۔ انھوں نے قدیم ترین مثنوی "نو سرہار ہے" بھی مقدمے کے ساتھ مرتب کی ہے۔ اس مثنوی کے خالق شاہا شرف الدین اشرف بیابانی ہیں۔ انھوں نے حیدر آباد کے شعرا کا تذکرہ جو نصیر الدین نقش نے لکھا ہے۔ اسے بھی شایع کیا ہے۔ تذکرۂ عروس الاذکار کے دونوں نسخے انجمن کے کتب خانے سے تلاش کیے اور اس کو مفصل مقدمے کے ساتھ شایع کیا۔ افسر امروہوی دکنی ادب کے بڑے اہم محقق اور مدون ہیں۔

ڈاکٹر محمد ایوب صابر نے محمد معظم علی کی ایک اہم مثنوی "جنگ نامہ آصف الدولہ اور نواب رام پور" مرتب کی ہے۔ انھوں نے یہ تدوین رضا لائبریری رام پور کے ایک نسخے ایک اور نجی کتب خانے سے ملے تین نسخوں کو سامنے رکھ کر کی ہے۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے اس کتاب میں عبدو اور تسلیم کی مثنویاں بھی ضمیمہ کے طور پر شامل کی ہیں۔ سید قدرت نقوی کا غالبیات کے ضمن میں بڑا اہم کام ہے۔ غالب نے اپنے قیام کلکتہ کے دوران اپنے اردو اور فارسی کلام خود "گلِ رعنا" کے نام سے مرتب کیا تھا۔ یہ نسخہ سید وصی احمد بلگرامی کے کتب خانے سے سید قدرت نقوی کو ملا۔ انھوں نے اس نسخہ کی ترتیب و تدوین کی ہے۔ وہ غالب کے حوالے سے کئی اہم مقالے اور غالب کی تصنیف "ہنگامہ دل آشوب" بھی مرتب کر چکے ہیں۔ ان کا مرتب کردہ مجموعہ "گلِ رعنا" سابقہ نسخوں سے زیادہ جامع اور وقیع ہے۔ انھوں نے شایع کرتے وقت مخطوطے کا عکس بھی شامل کر دیا ہے اور گل رعنا سے متعلق تمام معلومات فراہم کی ہیں۔ انھوں نے غالب کے حالات زندگی اور بالخصوص ان کے سفر کلکتہ پر مفصل بات کی ہے۔ انھوں نے غالب کی مثنوی "آشتی نامہ" کا متن بھی گل رعنا کے ساتھ شایع کیا ہے۔ اور ایک جامع مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔

ڈاکٹر اقتدا حسن نے قائم چاند پوری کا اردو تذکرہ "مخزنِ نکات" اس کی کم یابی اور اہمیت کے پیش نظر مفید حواشی اور اختلافِ نسخ کے ساتھ تدوین کیا ہے۔ اس کے مقدمے میں ڈاکٹر صاحب نے بڑے مفصل انداز میں قائم چاند پوری کے فکر و فن اور تذکرہ نگاری کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے محسن لکھنوی کے تذکرہ "سراپا سخن" میں اشعار کو حذف کر کے صرف محسن لکھنوی کے تحریر کردہ تراجم کو یکجا کر کے انھیں حروف تہجی کے اعتبار سے ایک تذکرے کی حیثیت سے شایع کیا ہے۔ انھوں نے محسن کے سب بیانات کو ایک ترتیب کے ساتھ تدوین

کیا ہے۔ڈاکٹر صاحب کی اس تدوینی کاوش کے بعد اس تذکرے سے شاعروں کے حالات اخذ کرنے میں آسانی پیدا ہو گئی ہے۔ انھوں نے اس تذکرے کا مفصل انداز میں مقدمہ بھی لکھا ہے۔

خلیل الرحمٰن داوی نے فورٹ ولیم کالج کی نثری نگارشات کی عمدہ تدوین کی ہے۔ کیوں کہ عموماً فورٹ ولیم کالج کی نثری کتب دستیاب نہیں تھیں۔ خلیل الرحمن داؤی کی وجہ شہرت فورٹ ولیم کالج کی نثری کتب کی از سر نو تدوین واشاعت ہے۔ انھوں نے فخر الدین حسین سخن کی تصنیف ''سروشِ سخن'' اور محمد بخش مہجور کی تصنیف ''نورتن'' کو مرتب کیا ہے۔ مخر الدین سخن اور مہجور اپنے زمانے کے ممتاز شاعر تھے خلیل الرحمٰن داؤی نے ان کے حالات زندگی پر بڑا مبسوط مقدمہ تحریر کیا ہے۔

غالب کی نثری تحریروں کو یکجا کرنے کی اشد ضرورت تھی اس لیے خلیل الرحمٰن واؤی نے غالب کے تمام نثری متون کو مستند نسخوں کو سامنے رکھ تدوین کیا ہے۔ انھوں نے اس تدوینی کام کو ''مجموعہ نثر غالب'' کا نام دیا ہے۔ اس تدوین میں انھوں نے زبردست حواشی، تعارف اور مقدمہ پیش کیا ہے۔ اردو شاعرات کے تذکرے ''بہارستان ناز'' از حکیم فصیح الدین رنج کو خلیل الرحمٰن واؤی نے رنج کے حالات زندگی اور فکر وفن کی روشنی میں مرتب کیا ہے۔ خلیل الرحمٰن داؤی نے قادر بخش صابر کے تذکرے ''گلستانِ سخن'' کو بھی ان کے احوال وآثار اور مقدمے کے ساتھ شایع کیا ہے۔

عشرت رحمانی بھی اردو تحقیق وتدوین کی روایت میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ انھوں نے ناول نگار مرزاہادی رسوا کی مثنوی ''نوبہار'' جو کہ نایاب وناپید ہو چکی تھی اس کی اشاعت کی ہے۔ انھوں نے اپنے کتب خانے میں موجود نسخے کے متن کو صحت متن کے ساتھ شایع کیا ہے۔ عشرت رحمانی نے رسوا کی ایک اور مثنوی ''امید وبیم'' جو کم یاب ہو چکی تھی اپنے کتب خانہ میں موجود نسخے اور کتب خانہ رام پور میں موجود نسخے کے تقابل سے اس قلمی نسخے کو ترتیب دے کر شایع کیا ہے۔ عشرت رحمانی نے بھی کلاسیکی متون کی تدوین میں اہم کردار ہے۔

فردوسِ بریں، باغ وبہار اور اندر سبھا جیسی تصانیف اور کلاسیکی متون کی تدوین ممتاز منگلوری کا کام ہے۔ انھوں نے اردو ادب کی ان نایاب اور شاہکار تصانیف کو اپنے مبسوط مقدمات کے ساتھ شایع کیا ہے۔ انھوں نے نواب سید محمد آزاد کی ''نوابی دربار'' اور ''خیالاتِ آزاد'' جیسی کم یاب تصانیف کو بھی تدوین کیا ہے۔ انھوں نے ان متنون کو اپنے مقدمات اور حواشی کے ساتھ شایع کیا ہے۔ مسلم ضیائی کا زیادہ تر تحقیقی کام غالب کے حوالے سے ہے۔ انھوں غالب کے متن کے حوالے سے ایک وقیع کام بھی کیا ہے۔ انھوں نے غالب کا ایک ''منسوخ دیوان'' مرتب کیا ہے اس میں غالب کی غزلیں۔ منظومات، متفرق اشعار اور مصرعے جو ان دواوین، تذکروں اور خطوط میں بکھرے ہوئے تھے انھیں یکجا کیا ہے۔ مسلم ضیائی کا تدوین کردہ غالب کا یہ متن اردو ادب میں اہمیت کا حامل ہے۔

اردو تحقیق وتدوین کی روایت کافی طویل ہے۔ اردو میں تحقیق کے بعد جو متن مرتب کر کے شایع کیے گئے ان میں "آرائش محفل از حیدر بخش حیدری مرتبہ ڈاکٹر اطہر پرویز"، "ابن الوقت از ڈپٹی نذیر احمد مرتبہ خلیق انجم"، "افادات سلیم از وحید الدین سلیم مرتبہ خلیق انجم"، "انیس کے مرثیے از میر انیس مرتبہ بیگم صالحہ عابد حسین"، "باغ وبہار از میر امن مرتبہ رشید حسن خان"، "دیوانِ آبرو از شاہ مبارک آبرو مرتبہ ڈاکٹر محمد حسن"، "دیوان اثر از میر اثر مرتبہ ڈاکٹر کامل قریشی"، "دیوانِ داغ از داغ دہلوی مرتبہ محمد علی زیدی"، "دیوانِ درد از خواجہ میر درد مرتبہ رشید حسن خان"، رانی کیتکی کی کہانی از انشا اللہ انشا مرتبہ ڈاکٹر عبد الستار دلوی"، "دیوان شاکر ناجی از شاکر ناجی مرتبہ ڈاکٹر فضل الحق"، "کلیاتِ آتش از حیدر علی آتش مرتبہ پروفیسر ظہیر احمد صدیقی"، "کلیاتِ ذوق از ذوق دہلوی مرتبہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی"، "کلیات سودا

از مرزا محمد رفیع سودا مرتبہ لال عشرت"، "کلیاتِ مصحفی از مصحفی مرتبہ پروفیسر نثار احمد فاروقی"، "گنج خوبی از میر امن مرتبہ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی"، "کلیاتِ میر از میر تقی میر مرتبہ ظل عباس"۔ اُردو میں کلاسیکی متون کی تدوین بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ تحقیق و تدوین کی اس روایت سے کئی متن دریافت ہوئے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ مالک رام،اُردو میں تحقیق، مجموعہ مقالات رہبر تحقیق، لکھنو:اُردو سوسائٹی لکھنو یونیورسٹی،۱۹۷۶ء،ص:۵۵

۲۔ محمد حسن، پروفیسر،اُردو میں تحقیق، مجموعہ مقالات رہبر تحقیق، لکھنو،اُردو سوسائٹی لکھنو یونیورسٹی،۱۹۷۶ء،ص:۱۴۸

۳۔ سلطانہ بخش،ڈاکٹر،اُردو میں اصول تحقیق،لاہور، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی،۲۰۰۹ء ،ص:۷

۴۔ عبدالرزاق قریشی، مضمون، فنِ تحقیق، مشمولہ،اُردو میں اصول تحقیق،لاہور، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی،۲۰۰۹ء،ص:۳۶

5- David,J,Fox,The Research Process in Education, New York Halt, Rinehort and Winston, Inc, 1969.P.93-94

۶۔ رشید حسن خان، مضمون، تدوین اور تحقیق کے رجحانات، مشمولہ،اُردو میں اصول تحقیق،لاہور، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی،۲۰۰۹ء،ص:۱۳۳

۷۔ محمد ہاشم،سید، تحقیق و تدوین، جلد اول، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ نگر،۱۹۷۸ء،ص:۱

۸۔ شہاب الدین ثاقب، بابائے اردو مولوی عبدالحق۔۔۔۔حیات اور علمی خدمات، ص:۱۷۵

۹۔ رشید حسن خان،ادبی تحقیق۔۔۔۔مسائل اور تجزیہ، علی گڑھ،ایجوکیشنل بک ہاؤس،۱۹۷۸ء۱۹۸۹ء،ص:۱۱۰

۱۰۔ انور سدید،ڈاکٹر،اُردو ادب کی مختصر تاریخ،لاہور، عزیز بک ڈپو،۱۹۹۸ء،ص:۶۵۱

۱۱۔ ایضاً،ص:۶۵۲

۱۲۔ سلیم اختر،ڈاکٹر،اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ،لاہور،سنگِ میل پبلی کیشنز،۱۹۸۳ء،ص:۵۴۰

۱۳۔ انور سدید،ڈاکٹر،اُردو ادب کی مختصر تاریخ،لاہور:عزیز بک ڈپو،،۱۹۹۸ء،ص:۶۴۶

۱۴۔ ایضاً،ص:۶۵۵

References in Roman Script:

1. Malik Ram,Urdu Mien Tahqeeq,Majmoa Maqalat Rahbr-e-Tahqeeq, Lucknow, Urdu Society, Lucknow University, 1976, p.55.

2. Muhammad Hasan, Professor, Urdu Mien Tahqeeq,Majmoa Maqalat Rahbr-e-Tahqeeq,Lucknow, Urdu Society, Lucknow University, 1976, p.148

3. Sultana Bakhsh, Dr.,Urdu Mien Usool-e-Tahqeeq, Lahore,Magrabi Pakistan Urdu Academy, 2009, p:7

4. Abdul Razzaq Qureshi,Mazmoon,Fan-e-eTahqeeq,Mashmola,Urdu Mien Usool-e-Tahqeeq, Lahore, Magrabi Pakistan Urdu Academy, 2009, p: 36

5-David,J,Fox,The Research Process in Education, New York Halt,Rinehort and Winston, Inc, 1969.P.93-94
6. Rashid Hasan Khan,Mazmoon,Tadveen aur Tahqeeq Kay Rujhanat,Mashmola, Urdu Mien Usool-e-Tahqeeq, Lahore, Magrabi Pakistan Urdu Academy, 2009, p:133
7. Muhammad Hashim, Syed,Tahqeeq-o-Tadveen,Hisa Awwal, New Delhi, Jamia Nagar School, 1978, p:1
8. Shahabuddin Saqib, Baba-e-Urdu Maulvi Abdul Haq….Hayat aur Ilmi Khidmat, p: 175
9. Rashid Hasan Khan,Adbi Tahqeeq.Masail aur Tajzia, Aligarh, Educational Book House, 1978-1989, p: 110
10. Anwar Sadeed, Dr.,Urdu Adab ki Mukhtasae Tareekh, Lahore, Aziz Book Depo, 1998, p.651
11. Ibid, p: 652
12. Salim Akhtar, Dr., Urdu Adab ki Mukhtasar Tareen Tareekh, Lahore, Sang-e-Meel Publications, 1983, p.540.
13. Anwar Sadeed, Dr., Urdu Adab ki Mukhtasae Tareekh, Lahore, p.646.
14. Ibid, p: 655